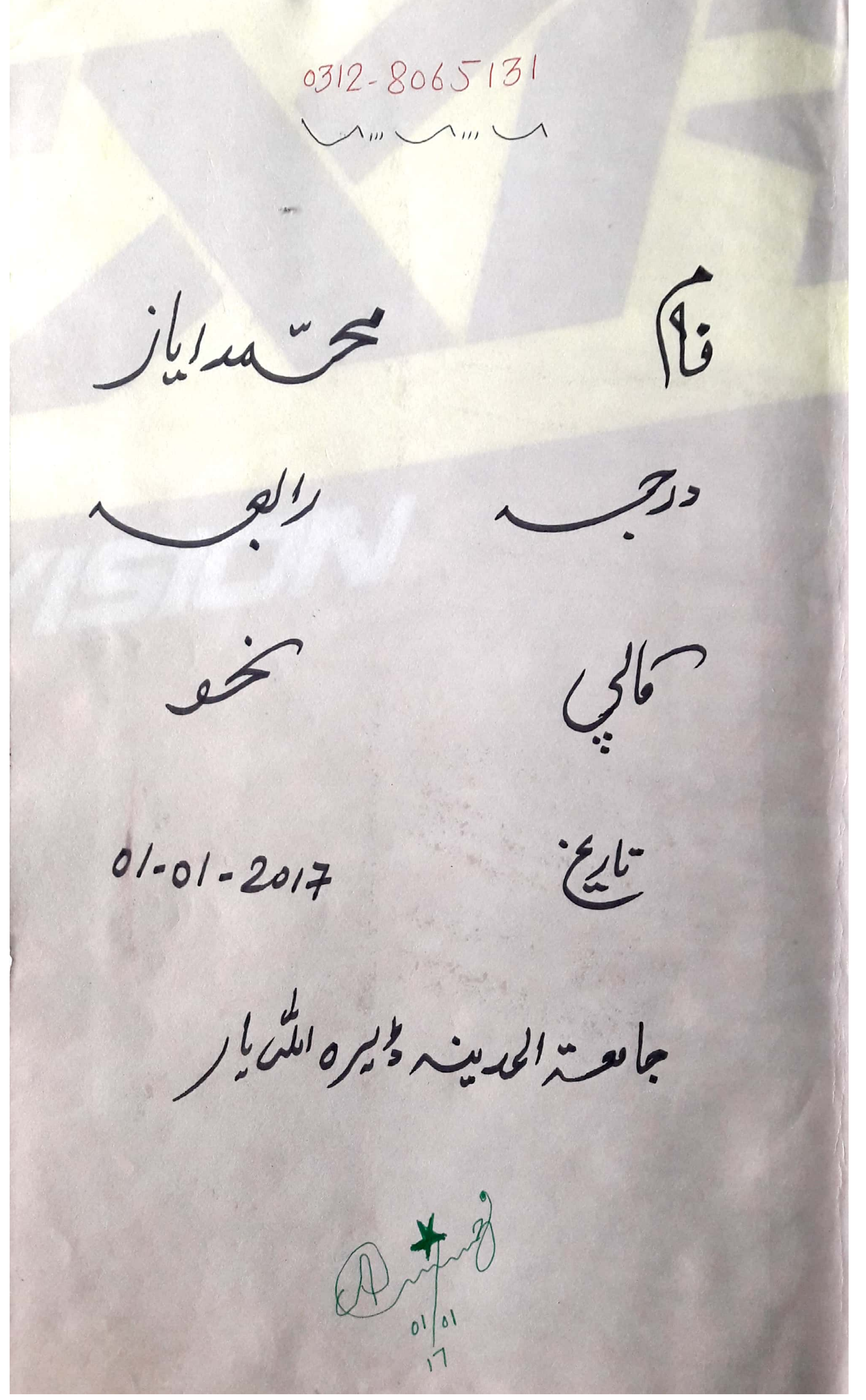
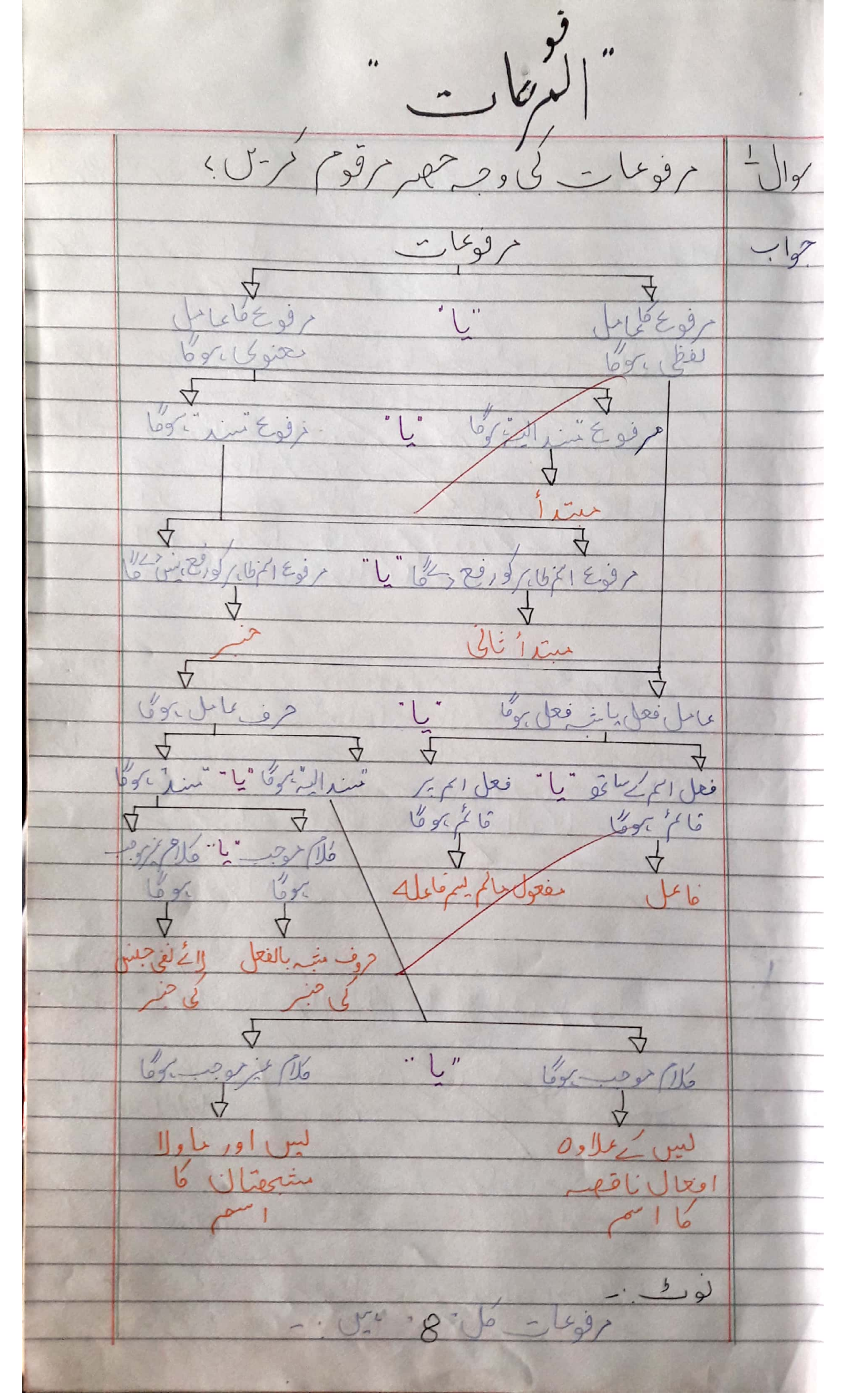

0312-8065131
نام محمد ایاز
درجہ رابعہ
کاپی نحو
تاریخ 01-01-2017
جامعۃ المدینہ ڈیرہ اللہ یار
01/01/16


المرفوعات
سوال ۱: مرفوعات کی وجہ حصر مرقوم کریں؟
جواب
مرفوعات
مرفوع کا عامل لفظی ہوگا
"یا"
مرفوع کا عامل معنوی ہوگا
مرفوع مسند الیہ ہوگا
"یا"
مرفوع مسند ہوگا
مبتدأ
مرفوع اسم ظاہر کو رفع دے گا
"یا"
مرفوع اسم ظاہر کو رفع نہیں دے گا
مبتدأ ثانی
خبر
عامل فعل یا شبہ فعل ہوگا
"یا"
حرف عامل ہوگا
فعل اسم کے ساتھ قائم ہوگا
"یا"
فعل اسم پر قائم ہوگا
فاعل
مفعول مالم یسم فاعلہ
مسند الیہ ہوگا
"یا"
مسند ہوگا
کلام موجب ہوگا
"یا"
کلام غیر موجب ہوگا
حروف مشبہ بالفعل کی خبر
لائے نفی جنس کی خبر
کلام موجب ہوگا
"یا"
کلام غیر موجب ہوگا
لیس کے علاوہ افعال ناقصہ کا اسم
لیس اور ما ولا مشبہتان کا اسم
نوٹ:
مرفوعات کل 8 ہیں۔

اعتراض 1: مرفوعات کو منصوبات و مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: مرفوع اصل ہے اور منصوب و مجرور فرع ہے۔ تو اصل کو مقدم کیا:۔ فرع کو مؤخر کیا:۔

اعتراض 2: مصنف نے "مرفوعات" جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا، واحد کا صیغہ کیوں نہیں استعمال کیا؟

جواب: واحد کا صیغہ اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کیونکہ اگر واحد کا صیغہ استعمال کرتے تو یہ وہم پیدا ہو رہا تھا کہ مرفوع ایک ہے وہ "فاعل" ہے۔ بقایا مرفوعات کا خارج ہونا لازم ہو رہا تھا:۔ تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے مصنف نے جمع کا صیغہ استعمال کیا:۔ تاکہ تمام مرفوعات داخل ہو جائیں:۔

اعتراض 3: "مجرورات" تو "دو" ہیں تو مصنف نے "مجرورات" و "منصوبات" جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟

جواب: "مجرورات" کو جمع کا صیغہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ "مرفوعات" جمع کا صیغہ ہے۔ تو اس مشاکلت کی وجہ سے "مجرورات" جمع کا صیغہ استعمال کیا:۔ اور "منصوبات" کو جمع ذکر کیا تاکہ یہ بھی متعدد پر دلالت کرے۔

سوال 1: "المرفوعات" پر "الف لام" کون سا ہے؟

جواب: "المرفوعات" پر "الف لام" استغراقی کا ہے:۔

سوال 2: "المرفوعات" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو رہا ہے؟

جواب: "المرفوعات" میں "4" ترکیبیں ہو سکتی ہیں:۔

پہلی ترکیب:۔

"مرفوعات" کو خبر بنائیں مبتدا محذوف وہ "هذه" ہے:۔ یعنی:۔ هذه المرفوعات:۔

دوسری ترکیب:۔

"مرفوعات" مبتدا اور بعد والی عبارت خبر:۔ هو ما اشتمل على علم الفاعلية:۔

تیسری ترکیب :-

"مرفوعات" کو مبتدا بنائیں اور خبر محذوف -

یعنی :- المرفوعات ھذہٖ :-

چوتھی ترکیب :-

"مرفوعات" کو مضاف الیہ بنائیں اور

مضاف محذوف وہ "ذکر" ہے :-

یعنی :- ذکر المرفوعات :-

سوال 3 "المرفوعات" کس کی جمع ہے اگر "مرفوع" کی ہے
تب بھی اعتراض اگر "مرفوعۃ" کی جمع ہے تب بھی
اعتراض ؟

"مرفوع" کی صورت میں اعتراض :-

"مرفوع" کی جمع "واؤ نون"
کے ساتھ آتی ہے - اور یہاں پر ایسا نہیں ہے ؟

"مرفوعۃ" کی صورت میں اعتراض :-

"مرفوعۃ" صفت
موصوف "اسم" ہے - جو موصوف، صفت کے درمیان
مطابقت نہیں ہے . اس وجہ سے "مرفوعۃ" کی
جمع نہیں ہو سکتی ؟

تو "المرفوعات" کس کی جمع ہے ؟

جواب "المرفوعات" کی جمع "مرفوع" ہے -

اور آپ کے اعتراض

کا جواب یہ ہے کہ

ایک "قاعدہ کلیہ" ہے کہ جب مذکر
غیر ذو العقول ہو تو اس کی جمع "ات" سے آ سکتی ہے :
اس قاعدے کی وجہ سے "مرفوع" کی جمع "مرفوعات"
آتی ہے :-

جیسے :- صافن کی جمع صافنات :- جو جانور 3 پاؤں پر کھڑا ہو :-

جمل کی جمع جمال :- اونٹ :-

سبحل کی جمع سبحلات :- موٹے اونٹ :-

ضخم کی جمع ضخمات :-

یوم کی جمع ایام :-

خالی کی جمع خالیات :-

سوال 4

"ھو" کا مرجع کون ہے؟ اگر "مرفوع" ہے تب بھی اعتراض واگر "مرفوعات" ہے تب بھی اعتراض ہے:

"مرفوع" کی صورت میں اعتراض:-

"مرفوع" کا پیچھے ذکر نہیں ہے اور اس صورت میں "اضمار قبل الذکر" لازم آرہا ہے جو ناجائز ہے؟

"مرفوعات" کی صورت میں اعتراض:-

"ھو" مذکر "مرفوعات" مؤنث اور "ھو" واحد "مرفوعات" جمع ہے تو اس صورت میں راجع و مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہے؟

جواب

"ھو" کا مرجع "مرفوع" ہے:-

اعتراض کا جواب:-

"ھو" کا مرجع "مرفوع" ہے۔ اس صورت میں "اضمار قبل الذکر" لازم نہیں آرہا ہے، کس طرح؟

اس طرح

کہ "مرفوع" "ضمناً" "مرفوعات" پر دلالت کرتا ہے۔ تو پیچھے "مرفوع" کا ذکر "ضمناً" ہوا تو اب "اضمار قبل الذکر" کہاں سے ہوا:-

اور ضمیر کے "مرجع" 3 طرح کے ہوتے ہیں:-

١ - حقیقت کے طور پر:-

٢ - لفظاً ہو گا:-

٣ - "ضمناً" ہو گا:-

تو "مرفوعات" "جمع" ہے۔ اور "جمع" میں "واحد" ضمناً پایا جاتا ہے:-

دلیل:-

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی":-

↓

اب اس آیت مبارکہ میں "ھو" کا مرجع "اعدلوا" ہے۔ جو کہ "جمع" ہے:- پھر بھی مرجع "اعدلوا" ہے۔ تو پتہ چلا کہ "جمع" میں "واحد" ضمناً پائی جاتی ہے:-

اعتراض ۴: "مرفوع" "مرفوعات" پر کیسے دلالت کر رہا ہے؟

جواب: مرفوع یہ جنس ہے۔ اور جمع جنس پر دلالت کرتا ہے:۔

اعتراض ۵: اگر "ھوا" کا مرجع "مرفوع" کریں تو "مرفوع" واحد ہے بقایا مرفوعات خارج ہو جائے گے۔ تو اس طرح یہ افراد کیلئے ہوئی ماھیت کیلئے، حالانکہ تعریف ماھیت کیلئے ہوتی ہے؟

جواب: یہاں پر "مرفوع" جنس ہے۔ اور جنس یہ ماھیت کیلئے ہوتی ہے۔ نہ کہ افراد کیلئے۔ تو اس طرح آپ کا اعتراض کرنا درست نہیں ہوا:۔

سوال ۵: "مرفوعات" کی تعریف بیان فرمایئے؟

تعریف المرفوعات:۔

هو ما اشتمل علی علم الفاعلية:۔

ترجمہ:۔ جو فاعلیۃ کی علامت پر مشتمل ہو:۔

سوال ۶: "ما اشتمل" کے بعد شارح نے "اسم" کیوں نکالا؟

جواب: مصنف کی تعریف پر اعتراض واقع ہو رہے تھے ان اعتراض کے جواب میں شارح نے "اسم" نکالا:۔

اعتراض ۶: مصنف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف محل اعراب پر صادق آرہی ہے۔ جیسے "قام زیدٌ" میں دال محل اعراب ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہے۔ حالانکہ اس دال کو کوئی "مرفوع" نہیں کہتا؟

جواب: ما سے مراد "شئ" نہیں ہے۔ بلکہ "ما" سے مراد "اسم" ہے۔ اور محل اعراب اسم نہیں ہے۔ تو اس اعتبار سے محل اعتبار احتراز کر جائے گا:۔ پورے "زید" کو اسم بولا جاتا ہے:۔

نوٹ:۔ بقایا اعتراض اگلے صفحے پر درج ہیں؟

اعتراض 7: مصنف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ کیسے؟
کیونکہ یہ تعریف فعل مضارع پر صادق آتی ہے؟
یعنی: "یضرب" بھی فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہے؟

جواب: اس اعتراض کو دور کرنے کیلئے شارح نے "اسم" نکالا کہ "اسم" "فاعلیت کی علامت" پر مشتمل ہے۔ نہ کہ فعل "فاعلیت کی علامت" پر مشتمل ہو۔

اعتراض 8: "ما" موصول ہے اور "ھو" مبتدا ہے۔
اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دو معرفہ ہوں تو ان کے درمیان ضمیر فصل لانا ضروری ہے۔ یہاں پر ضمیر فصل نہیں ہے؟

جواب: یہاں پر "ما" موصول کا نہیں ہے بلکہ "ما" موصوف کا ہے۔ کیونکہ یہ مقام خبر ہے۔ اور مقام خبر میں اصل نکرہ ہوتا ہے۔

سوال 6: "علم" سے کیا مراد ہے؟ اور "علامة" کی غرض شارح لکھئے؟

جواب:

"علم"
- ما وضع لشئ معین
- جبل
- علامة

غرض شارح:
شارح نے "علامة" نکال کر بتا دیا کہ علم سے مراد علامة ہے۔

سوال 7: فاعل کی علامات مع وجوہات کے تحریر کریں؟

جواب: فاعل کی "3" علامات ہیں:
۱- ضمہ ۲- واو ۳- الف

ضمہ کی وجہ:
اعراب بالحرکت میں اصل ہے۔ اور قوی ہے

واو کی وجہ:
اعراب بالحرف میں اصل ہے۔ اور قوی ہے۔

الف کی وجہ:
۱- الف تثنیہ میں آتا ہے اور تثنیہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ کثرت خفیف ہے اور خفیف پہ الف ہے۔

سوال 8: "اشتمال" کی کتنی قسمیں اور کون کونسی ہیں اور یہاں پر کونسی قسم مراد ہے؟

جواب: "اشتمال" کی کل پانچ اقسام ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:۔

پہلی قسم:۔
اشتمال الکل علی الجزء:۔

دوسری قسم:۔
اشتمال الکلی علی الجزئی:۔

تیسری قسم:۔
اشتمال الظرف علی المظروف:۔

چوتھی قسم:۔
اشتمال الموصوف علی الصفت:۔

پانچویں قسم:۔
اشتمال ذی الحال علی الحال:۔

یہاں پر کونسا مراد:۔
یہاں پر اشتمال سے مراد "اشتمال الموصوف علی الصفت" ہے۔
تو اسم "مرفوع" بمنزل "موصوف" کے ہے۔ اور علی علم الفاعل "بمنزل" صفت "کے ہے:۔

الواجب
بارک اللہ فی علمک و عملک
21/03/2017

تمت بالخیر
21-03-2017

اعتراض ۹: مرفوع کی تعریف جامع نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ "جاءنی موسیٰ" موسیٰ میں فاعل بن رہا ہے لیکن علامت فاعلیت رفع پر مشتمل نہیں ہے؟

جواب: علامت فاعلیت عام ہے۔ چاہے لفظاً ہو یا تقدیراً مذکورہ مثال میں علامت فاعلیت تقدیراً موجود ہے۔

اعتراض ۱۰: پھر بھی آپ کی تعریف جامع نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ "جاءنی ھؤلاء" میں "ھؤلاء" پر نہ لفظاً رفع نہیں ہے نہ تقدیراً رفع ہے؟

جواب: علامت فاعلیت رفع عام ہے۔ چاہے رفع لفظی ہو چاہے رفع تقدیری ہو چاہے رفع محلی ہو۔ مذکورہ مثال میں "ھؤلاء" پر رفع محلی ہے۔

رفع محلی کا مطلب:۔

اسکا مطلب یہ ہے کہ اسم جس جگہ واقع ہوا ہے اگر یہاں معرب ہوتا تو مرفوع ہوتا۔

سوال ۹: ولا شك أن الاسم موصوف بالرفع المحلی ... اس عبارت کی وضاحت درج کیجئے؟

جواب: مذکورہ عبارت شارح ہندی کے اعتراض کا جواب ہے۔

شارح ہندی کا اعتراض:۔

شارح ہندی کے نزدیک رفع محلی مبنیات میں ہوتا ہے اور یہاں پر معرب کی بحث ہے۔ تو آپ کا کہنا مرفوع رفع محلی بھی ہوتا ہے یہ کہنا غلط ہے؟

شارح ہندی کا رد:۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رفع محلی اسم معرب کے ساتھ خاص ہے۔

اسلئے کہ اسم معرب بھی موصوف ہوتا ہے رفع محلی کیساتھ۔

دلیل:۔

صاحب کافیہ آگے چل کر ضمیر منفصل کی بات کرتا ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ رفع محلی معرب کے ساتھ بھی خاص ہے۔

سوال ۱۵ "فمنه" میں ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب اس مسئلے میں "2" مذھب ہیں:

۱۔ مرجع مرفوع ہے: ۲۔ ما اشتمل مرجع ہے:

پہلا مذھب:

بعض حضرات نے ارشاد فرمایا کہ "فمنه" میں ضمیر کا مرجع "مرفوع" ہی ہے:

پہلی دلیل:

اتحاد فی الضمائر باقی رہے گا۔ کیسے؟

اس طرح

باقی رہے گا کہ "پیچھے" "ھو" کا مرجع بھی "مرفوع" تھا اور یہاں پر بھی "مرفوع" کریں تو اتحاد فی الضمائر برقرار رہے گا۔

دلیل:

ضمیر کو معرّف کی طرف کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ اور یہاں پر معرّف "مرفوع" ہے۔ تو اس وجہ سے "ضمیر کا مرجع "مرفوع" درست رہے گا:

دوسرا مذھب:

بعض حضرات نے ارشاد فرمایا کہ "فمنه" میں ضمیر کا مرجع "ما اشتمل" ہے:

دلیل اول:

"ما اشتمل" ضمیر کے مرجع ہونے میں زیادہ قریب ہے۔ اور مرجع میں بھی اصل یہ ہے کہ وہ قریب ہو:

اور قریب "ما اشتمل" ہے:

دلیل ثانی:

"ما اشتمل" یہ لفظوں میں موجود ہے۔

اور مرجع ہونے میں بھی اصل یہ ہے کہ وہ لفظوں میں ذکر ہو:

سوال ۱۱ مرفوعات میں اصل کون ہے مع اختلاف؟

جواب اس مسئلے میں "2" مذھب ہیں:

پہلا مذھب:

مرفوعات میں اصل "فاعل" ہے:

پہلی دلیل:

فاعل جملہ فعلیہ کا جز واقع ہوتا ہے۔ اور تمام

جملوں میں اصل جملہ فعلیہ ہوتا ہے۔ کیوں؟
اس لیے کہ مقصود
تو افادہ پہنچانا ہے۔ اور مخاطب کو تو جملہ فعلیہ میں افادہ
تامہ حاصل ہوتی ہے۔ کیسے؟
جملہ فعلیہ زمان اور اسناد (اصلی) دونوں
پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور جملہ اسمیہ میں اسناد عارضی
ہوتی ہے۔ جملہ فعلیہ اصل ہے اور فاعل اس کا جز ہے۔

قاعدہ:-
اصل کا جز بھی اصل ہوتا ہے۔
لہٰذا جملہ فعلیہ اصل
ہے تو اسکا جز بھی اصل ہوا۔ اور اصل مقدم ہوتا ہے

دلیل ثانی:-
فاعل کا عامل لفظی ہے۔ اور
مبتدا کا عامل معنوی ہے۔

قاعدہ:-
لفظی معنوی پر مقدم ہوتا ہے۔
لہٰذا ایسے چلا کہ
فاعل مبتدا پر مقدم ہوگا۔

دوسرا مذہب:-
علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ مرفوعات میں
اصل "مبتدا" ہے۔

پہلی دلیل:-
مبتدا مسند الیہ ہوتا ہے۔ اور مسند الیہ قوی ہوتا
ہے اور مقدم بھی ہوتا ہے۔ بخلاف فاعل کے یہ تو فعل
سے مؤخر ہوتا ہے۔

دوسری دلیل:-
مبتداء کا حکم "جامد" اور "مشتق" دونوں پر
لگایا جاتا ہے۔ لیکن فاعل کا حکم فقط "مشتق" پر ہوتا
ہے جامد پر فاعل کا حکم نہیں ہوتا ہے۔

پہلی دلیل کا رد:-
"مسند الیہ" اصل ہوتا ہے اگر ہم نے اس بات کو
تسلیم کر دیا۔ لیکن فاعل کے مقدم ہونے میں مانع موجود ہے
فاعل فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ اگر مقدم کر دیں تو فاعل، فاعل

نہیں رہے گا اور اگر فاعل نہ ہو تو جملہ فعلیہ کیسے بنے گا:۔

دوسری دلیل کا رد:۔

جامد سے کم استعمال ہوتا ہے اور قلیل معدوم کی طرح ہے۔ اور اصل حکم تو مشتق ہی کے ساتھ ہوا کرتا ہے:۔

سوال 12۔ فاعل کی تعریف مع فوائد و قیودات قلم طراز کیجئے؛

جواب۔ تعریف الفاعل:۔

وهو ما أسند إليه الفعل أو شبهه وقدم عليه على جهة قيامه به:۔

ترجمہ:۔ فاعل وہ اسم ہے جسکی طرف فعل یا شبہ فعل کی اسناد کی جائے اور فعل یا شبہ فعل اس سے مقدم ہو اور یہ اسناد اس طور ہو کہ فعل یا شبہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ نہ کہ واقع ہو فاعل پر:۔

ما:۔ جنس:۔

ہر قسم کے اسماء داخل ہیں:۔

أسند إليه الفعل أو شبهه:۔ فصل اول:۔

اس قید سے وہ اسماء خارج ہو گئے جنکی طرف فعل کے بجائے اسماء کی نسبت ہو۔

جیسا:۔ زید ابوک:۔

قدم عليه:۔ فصل ثانی:۔

اس قید سے ہر وہ جنکی طرف اگرچہ فعل کی نسبت کی گئی ہو لیکن وہ اسم فعل سے مؤخر ہو:۔

مثال:۔ زید ضرب:۔

على جهة قيامه به:۔ فصل ثالث:۔

اس قید سے فعل مجہول نکل گیا کیونکہ اس میں اگرچہ اسم کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے اور اس سے مقدم بھی ہوتا ہے لیکن وہ فعل سے صادر نہیں ہوتا بلکہ اس پر واقع ہوتا ہے:۔

جیسے:۔ ضُرِبَ زیدٌ:۔

سوال 13: فاعل کی شرائط رقمطراز فرمائیے؛

جواب: شرائط الفاعل:-

فاعل کیلئے چار شرائط کا ہونا ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:-

1:- وہ اسم ہو خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو:-
2:- فعل کی اسناد فاعل کی طرف ہو:-
3:- فعل یا شبہ فعل کی تقدیم فاعل پر واجب ہو:-
4:- فعل کا قیام فاعل کے ساتھ ہو:-

اعتراض 11: فاعل کی تعریف جامع نہیں ہے کیوں؟ اس لیے آپ نے کہا فاعل اسم ہوتا ہے" حالانکہ "اعجبنی أن ضربت زیداً" میں "أن ضربت زیداً" پورا جملہ فاعل بن رہا ہے؟

جواب: فاعل اس میں تعمیم ہے خواہ فاعل حقیقی ہو یا فاعل حکمی ہو۔ تو مذکورہ مثال میں "أن" مصدر کی تاویل ہے۔ اور مصدر یہ اسم ہوتا ہے:-

اعتراض 12: فاعل کی تعریف پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لیے فاعل کی تعریف یہ فاعل کے توابع پر صادق آ رہی ہے؟

جیسے "جاءنی زید و عمرو"

مذکورہ مثال میں "جاء" فعل کی نسبت "عمرو" کی طرف ہے پھر بھی کوئی "عمرو" کو فاعل نہیں بولتا؟

جواب: اسناد سے مراد (اسناد بالاصالۃ) ہے۔ نہ کہ (اسناد بالواسطہ و اسناد بالتبع) مراد ہے۔ لہٰذا "عمرو" یہ تابع ہے تو (اسناد بالاصالۃ) سے توابع خارج ہو گئے:-

قرینہ:-

"وکذا المراد فی جمیع ..... ذکر التوابع بعدھا:-"

اس عبارت کا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ مرفوعات و منصوبات و مجرورات کی تمام تعریفات میں توابع مراد نہیں ہونگے کیونکہ توابع کا ذکر علیحدہ آئے گا:-

سوال 11

مشابہت بالفعل تین حالات سے خالی نہیں ہوتی

1- مشابہت بالاعتبار دلالت وحدث مراد ہوگی

2- مشابہت بالاعتبار حرکات و سکنات و تعداد حروف مراد ہوگی

3- مشابہت بالاعتبار اشتقاقی مراد ہوگی

آپ کی ان تینوں مشابہتوں میں سے کونسی مراد ہے؟

جواب- مذکورہ تینوں مشابہتیں ہماری مراد نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری مشابہت سے مراد عمل میں مشابہہ ہو:- یعنی جس طرح فعل، فاعل کو رفع دیتا ہے اور نصب، مفعول کو دیتا ہے۔ اسی طرح شبہ فعل بھی فاعل کو رفع دے اور مفعول کو نصب دے:- لہٰذا

اس میں اسم فاعل

اور اسم مفعول اور صفت مشبہہ اور اسم ظرف اور اسم تفضیل اور ظرف اور مصدر اور اسماء افعال داخل ہوجائیں گے:-

مشابہت فی العمل سے غیر منصرف بھی خارج ہوجائیں گے:-

سوال 15

قدم (ھو) ضمیر واحد مرجع (فعل اَو شبہ فعل) تثنیہ تو راجع و مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہے؟

جواب- احد الامرین سے یعنی:- ضمیر کا مرجع فعل ہوگا یا شبہ فعل ہوگا:- ان دونوں میں سے کوئی ایک مرجع ہوگا:- دونوں مرجع مراد نہیں ہیں:-

سوال 16

علی ذلک الاسم، و احترز بہ... الیہ الفعل۔ اس عبارت کی غرض شادح تحریر کریں؟

جواب- ("علیہ") ضمیر کا مرجع (اسم) بتادیا:- اور یہ بتادیا کہ (قدم علیہ) یہ قید اتفاقی نہیں ہے بلکہ یہ قید احترازی ہے اور اس قید سے یہ مثال "زید ضرب" نکل جائے گی:- کیوں؟

اس لیے کہ "ضرب" کی اسناد "زید" کی طرف ہے-

لیکن "ضرب" مؤخر ہے

مقدم نہیں ہے:-

05-12-2016

— /// —

"لأن الاسناد الی ضمیر شیٔ اسناد ...... لأنه مؤخر عنه"

اعتراض 13: آپ نے کہا کہ ضرب کی اسناد زید کی طرف ہے حالانکہ ضرب کی اسناد کی طرف نہیں بلکہ ضمیر کی طرف ہے جو مستتر ہے۔ اور اس ضمیر کا مرجع "زید" ہے؟

جواب: آپ کا اعتراض کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ :- ہے

جب کسی "شیٔ کی" ضمیر کی "طرف اسناد کرنا گویا کہ بعینہ اسی "شیٔ" کی طرف اسناد کہلاتی ہے۔ تو لہٰذا "زید کی" ضمیر کی طرف اسناد کرنا گویا کہ بعینہ "زید" کی طرف اسناد کہلائی گئی :-

"المراد تقدیمه علیه وجوبا ...... نحو "کریم من یکرمك"

اعتراض 14: آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیوں؟ اس لیے کہ "کریم من یکرمك" میں آپ کی تعریف "من" پر صادق آرہی ہے جیسے؟

اس طرح کہ "کریم" شبہ فعل ہے اور مقدم بھی ہے۔ اور اسکی اسناد "من" کی طرف ہے۔ تو "من" فاعل ہونا چاہیے تھا :- لیکن آپ حضرات "من" کو فاعل نہیں بولتے؟

جواب: فاعل کا تقدیم ہونا شرط ہے۔ اور تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے۔ نہ کہ تقدیم جوازی مراد ہے۔ تو مذکورہ مثال میں تقدیم جوازی ہے۔ اس وجہ سے ہم "من" کو فاعل نہیں بولتے ہیں :-

"فإن قلت: قد یجب تقدیمه ...... ما أسند الی الفاعل"

اعتراض 15: پھر بھی آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیوں؟ اس وجہ سے کہ "فی الدار رجل" میں "فی الدار" ظرف ہے اور مقدم بھی ہے۔ اور "رجل" کی طرف نسبت بھی ہے اور یہ تقدیم وجوبی بھی ہے۔ پھر آپ حضرات "رجل" کو فاعل نہیں کہتے؟

جواب: تقدیم وجوبی کی "2" صورتیں ہیں:۔
1- تقدیم وجوبی نوعی 2- تقدیم وجوبی فردی

تقدیم وجوبی نوعی سے مراد:۔
فعل یا شبہ فعل عامل پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے:۔

تقدیم وجوبی فردی سے مراد:۔
فعل یا شبہ فعل کا مقام مؤخر ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے مقدم ہو:۔ تو اسکا اعتبار نہیں ہے۔

نوٹ:۔ "فی الدار رجل" میں تقدیم وجوبی فردی ہے، حالانکہ ہماری تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی نوعی ہو:۔ تو اس وجہ سے آپکا اعتراض کرنا درست نہیں ہے:۔

"اسناداً واقعاً"

سوال 17: جار مجرور کیلئے محل اعراب کا ہونا ضروری ہے تو "علی جھۃ قیامہ" کا محل اعراب کیا ہے؟

جواب: "علی جھۃ قیامہ" یہ محل نصب میں ہے اور یہ "اسند" کا مفعول مطلق بنے گا:۔

اعتراض 16: مفعول مطلق بنانا درست نہیں کیونکہ مفعول مطلق تو ہمیشہ فعل مذکور کے معنیٰ پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ "علی جھۃ" "اسناد" والے معنیٰ پر مشتمل نہیں ہے تو مفعول مطلق کیسے بن سکتا ہے؟

جواب: "علی جھۃ" متعلق ہے "واقعاً" کے اور "واقعاً" صفت ہے "اسناداً" محذوف موصوف کے:۔ تو پوری عبارت اس طرح بنے گی "اسناداً واقعاً علی جھۃ قیامہ" پھر اسناد جو مفعول مطلق ہے اسکو اور صفت کو حذف کرکے جار مجرور کو اس کے قائم مقام ٹھہرا دیا:۔

جھت سے مراد:۔
جھت سے مراد طریقہ ہے۔ نہ کہ دائیں بائیں مراد ہے:۔

سوال 15: "قیامہ" کا مرجع کون ہے؟
جواب: مرجع فعل یا شبہ فعل ہے:۔

"طریقہ قیامہ أن یکون .... والصفۃ المشبھۃ"

اعتراض [17]: قیام الفعل بالفاعل سے کیا مراد ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ فعل کا صدور فاعل سے ہو تو یہ غلط ہے کیوں؟
اس لیے کہ
"مات زید" میں فعل کا صدور فاعل سے نہیں ہو رہا ہے؛

جواب: قیام الفعل بالفاعل سے مراد یہ ہے کہ صیغہ معلوم (معروف) کا ہو۔ مجہول کا صیغہ نہ ہو: یا

سوال [19]: "واحترز بھذا القید ..... علی صیغۃ المجہول" کی وضاحت فرمائیے؟

جواب: مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ "علی جھۃ قیامہ" کی قید اتفاقی نہیں ہے۔ بلکہ قید احترازی ہے۔ اور اس قید سے "مفعول مالم یسم فاعلہ" خارج ہو رہا ہے۔
مثال:- ضُرِبَ زید:-

"الاحتیاج إلی ھذا القید ...... بل یجب الا لا یقیدبہ"

اعتراض: علی جھۃ قیامہ - اس قید کو نہیں لگانا چاہیے تھا اس لیے کہ اس قید سے مجہول نکل رہا ہے، حالانکہ مجہول کا خراج درست نہیں۔ کیوں؟
"ضُرِبَ زیدٌ" میں
"ضرب" کی نسبت "زید" کی طرف ہے؛

جواب: "مفعول مالم یسم فاعلہ" کے بارے میں اختلاف تھا۔
1 - متقدمین 2 - متأخرین
عند المتاخرین:-
متأخرین اور ابن حاجب فرماتے ہیں کہ "مفعول مالم یسم فاعلہ" فاعل حقیقی نہیں ہے۔ لہٰذا اسکو خارج کرنے کیلئے اس قید کو ذکر کیا تاکہ "مجہول" نکل جائے
عند المتقدمین:-
متقدمین اور علامہ زمخشری اور شیخ عبدالقادر جرجانی فرماتے ہیں۔ نائب الفاعل فاعل حقیقی ہے۔ تو لہٰذا انہوں نے "علی جھۃ قیامہ" والی قید کو اپنی کتابوں میں فاعل کی تعریف میں ذکر نہیں کیا ہے۔ تاکہ نائب الفاعل، فاعل کی تعریف میں داخل ہو:-

19 اعتراض: فاعل کی تعریف کرنے کے بعد مثال "قام زید" ذکر کی، حالانکہ پورا جملہ تو فاعل نہیں بن سکتا، تو آپکی مثال غلط ہوئی؟

جواب: "قام زید" میں فاعل فقط "زید" ہی ہے۔ پورا جملہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ فاعل کی تعیین بغیر فعل کے ہوتی نہیں ہے۔ فاعل کی تعیین کرنے کیلئے فعل بھی ساتھ ذکر کیا۔

20 اعتراض: تعریف کیلئے ایک مثال کافی ہوتی ہے تو صاحب کافیہ نے فاعل کی "دو" مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب: "دو" مثالیں اس وجہ سے ذکر کیں کہ یہاں پر "ممثل له" دو ہیں۔ فاعل کی اقسام "2" ہیں۔

1- ما اُسند إليه الفعل 2- ما اُسند إليه شبه الفعل

اول مثال (قام زید) ما اُسند إليه الفعل کیلئے ہے۔

ثانی مثال (زید قائم اَبوه) ما اُسند إليه شبه الفعل کیلئے ہے۔

20 سوال: "اصل" 3 "حالات" سے خالی نہیں ہوتا۔

اصل

- ما ینبغی علی غیرہ
- دلیل
- قاعدہ کلیہ

تو تینوں میں سے آپ کی مراد کونسی ہے؟

جواب: مذکورہ تینوں ہماری مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اصل سے مراد "اولٰی" "ارجح" "مناسب" ہے۔

(والأصل) فی الفاعل:

21 اعتراض: (الاصل ان یلی) میں اس بات کا وھم ہو سکتا تھا کہ شاید (یلی) کا فاعل (الفعل) ہے۔ تو معنی اس طرح ہوگا کہ (فعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ متصل ہو) "اتصال الفعل بالفاعل" اس بحث کا تعلق فعل میں ہوتا ہے۔ حالانکہ احکامات فاعل کے چل رہے ہیں نہ کہ فعل کے۔ تو یہ بات غلط ہے؟

جواب: (یلی) کا فاعل (فی الفاعل) ہے۔ تو معنی ہوگا "فاعل میں اولٰی یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہو۔ اب یہ فاعل کے احکامات ہو گئے۔

"إن لم يمنع مانع"

اعتراض 22: "ما ضرب زیداً الا عمرو" اس مثال میں فاعل، فعل کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے؟

جواب: فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال تب اولیٰ اور راجح ہوتا ہے جب کوئی مانع بھی موجود نہ ہو۔ اس وقت فاعل کا فعل کے ساتھ اتصال ضروری ہے۔ مذکورہ مثال میں مانع موجود ہے اس وجہ سے متصل نہیں ہے!

"یکون بعده"

سوال 21: "اتصال (ملا ہوا ہونا) اس سے کیا مراد ہے؟

۱۔ فاعل مقدم ہو اور فعل مؤخر ہو۔

۲۔ فعل مقدم ہو اور فاعل مؤخر ہو!

ان دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت مراد ہے؟

جواب: ان دونوں صورتوں میں سے دوسری صورت مراد ہے کہ فعل مقدم ہو اور فاعل مؤخر ہو۔ اس لئے کہ پہلی صورت تو فاعل کی ماهیت اور حقیقت کے خلاف ہے۔

"من غیر أن یتقدم ..... من معمولاته"

اعتراض 23: ہم ایک مثال دکھاتے ہیں جن میں بغیر مانع کے فاعل مؤخر ہے "

جیسے "جاء الرجل" میں "رجل" فاعل ہے۔ فعل اور فاعل کے درمیان الف لام کا فاصلہ آگیا؟

جواب: ہماری مراد فعل کے معمولات سے مقدم ہونا ہے۔ اور الف لام فعل کے معمولات میں سے نہیں ہے!

"لأنه کالجزء من الفعل ..... کلمة واحدة"

اعتراض 24: فعل کے معمولات سے پہلے فاعل کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

پہلا جواب!

فعل اور فاعل کے درمیان محبت ہے۔ شدت احتیاج ہے۔ فعل ہمیشہ فاعل کا محتاج ہوتا ہے۔

دوسرا جواب!

فعل و فاعل ایک کلمہ ہیں۔

قاعدہ کلیہ: ایک کلمہ میں چار حرکتیں دینا مانع ہے۔ اسی وجہ سے "ضربتا" کے لام کلمہ کو حرکت نہ دی!

سوال 22: "ضرب غلامہ زیدٌ" اس مثال میں اضمار قبل الذکر کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

جواب: "غلامہ" ضمیر کا مرجع فاعل جو لفظاً مؤخر ہے اور رتبۃً مقدم ہے۔

رتبۃً سے مراد:-

یعنی فاعل کا مقام مفعول سے مقدم ہوتا ہے۔

اس وجہ سے مذکورہ مثال میں اضمار قبل الذکر نہیں ہو رہا ہے:-

سوال 23: "ضرب غلامہ زیدًا" یہ مثال کیوں ممتنع ہے؟ اختلاف مع دلائل قلم بند کریں؟

جواب: اس مثال میں "2" مذہب ہیں:-

1- جمہور 2- اخفش و ابن جنی

عند الجمہور:-

جمہور حضرات فرماتے ہیں کہ "ضرب غلامہ زیدًا" یہ جائز نہیں ہے:-

دلیل:-

"غلامہ" ضمیر کا مرجع لفظاً و رتبۃً دونوں طرح موجود نہیں ہے:-

رتبۃً سے مراد:-

ضمیر کا مرجع مفعول ہے۔ اور مفعول کا مقام فاعل کے بعد ہے۔ لیکن مذکورہ مثال میں مفعول فاعل پر مقدم ہے۔ اس وجہ سے یہ مثال جائز نہیں:-

عند الاخفش و ابن جنی:-

ان حضرات کے نزدیک "ضرب غلامہ زیدًا" یہ مثال جائز ہے:- کیوں؟

اس لیے کیونکہ ان کے نزدیک مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز ہے:-

پہلی دلیل:-

جس طرح فعل فاعل کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح فعل مفعول کا بھی محتاج ہوتا ہے۔

اس وجہ سے مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز ہے۔

دوسری دلیل:-

جزی ربُّه عنّی عدیؓ بن حاتم

جزاء الکلاب العاویات وقد فعل

ترجمہ:-

"جزی ربُّه":- "ربُّه" یہ فاعل ہے۔ اور ضمیر کا مرجع مفعول (عدی بن حاتم) بن رہا ہے۔

اگر مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز نہ ہوتا تو یہ شاعر اس طرح شعر نہیں کہتا۔ ان کا کہنا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز ہے:-

پہلی دلیل کا جواب:-

کلام نثر میں مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز ہوتا ہے۔ اور یہ ضرورت شعری ہے:-

دوسری دلیل کا جواب:-

"ربُّه" میں ضمیر "عدی بن حاتم" ہے۔ لیکن ضمیر سے پہلے مصدر محذوف ہے۔ "ربّه" اسکی طرف ضمیر راجع ہے:-

اصل عبارت:- جزی رب الجزاء:-

الجید
29/03/2017
بارک اللہ فی علمک وعملک

تمت بالخیر

28-03-2017

سوال 24: فاعل کو مقدم کرنے کی وجوبی صورتیں ذکر کریں؟

جواب: فاعل کو مقدم کرنے کی "4" صورتیں ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

پہلی صورت:-

جب فاعل و مفعول میں اعراب و قرینہ دونوں منتفی ہوں تو فاعل مقدم ہوگا۔

جیسے:- ضرب موسیٰ عیسیٰ:-

دوسری صورت:-

جب فاعل ضمیر متصل ہو تو فاعل مقدم ہوگا۔

جیسے:- ضربتُ زیداً:-

تیسری صورت:-

جب مفعول "الّا" کے بعد واقع ہو رہا ہو تو بھی فاعل مقدم ہوگا۔

جیسے:- ما ضرب زید الّا بکراً:-

چوتھی صورت:-

جب مفعول "الّا" کے معنی کے بعد واقع ہو رہا ہو تو بھی فاعل مقدم ہوگا۔

جیسے:- انما ضرب زید عمروًا:-

"لفظاً فیھما"

اعتراض: اگر "ھما" کا مرجع فاعل و مفعول ہے تو فاعل کو لفظاً ذکر ہے لیکن مفعول کا ذکر نہیں ہے تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم ہو رہا ہے؟

جواب: مفعول کا ذکر اگرچہ لفظاً ذکر نہیں ہے۔ لیکن اسکے ضمن میں "ضمناً" ذکر ہو چکا ہے۔ تو مرجع ہونے کیلئے لفظاً مذکور ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ "ضمناً" بھی کافی ہے:-

سوال 25: "الامر الدال علیھما ...... أنہ قرینۃ علیہ" اس عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب: اعراب و قرینہ کے درمیان فرق بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ قرینہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر بغیر وضع کے دلالت کرتا ہے۔

اعراب وضع کے اعتبار سے

سے دلالت کرتا ہے۔

خلاصہ:۔ قرینہ میں واضع کا نہ ہونا معتبر ہے۔ جبکہ اعراب کے اندر واضع کا ہونا معتبر ہے!۔

"فلا یرد علیہ ..... اذا القرینة شاملة لہ"

اعتراض 26: جب قرینہ عام ہوا اور اعراب خاص ہوا تو صاحب کافیہ کو یہ کہنا چاہیے تھا "اذا انتفت القرینة" تو اعراب کی نفی خود بخود ہو جاتی؟ ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق ہوئی؟

جواب: ان کے درمیان "نسبت تباین" ہے۔ اور ایک "متباین" کے ذکر کردینے سے دوسرا "متباین" خارج نہیں ہوگا!۔ اس وجہ سے دونوں کو ذکر کیا ہے!۔

"وھی اما لفظیة أو معنویة"

اعتراض 27: جب یہ کہا تو قرینہ سے مراد قرینہ لفظیہ ہے حالانکہ اس مثال میں تو "اکل الکمثری یحیی" قرینہ لفظیہ نہیں ہے تب بھی مفعول فاعل سے مؤخر ہے؟

جواب: قرینہ سے مراد جنس قرینہ کی نفی کی گئی ہے چاہے لفظی ہو جیسے:۔ ضربت موسی حبلی:۔ فاعل مقدم نہ ہو تو "معنوی" ہو تو اکل الکمثری۔ یحیی!۔ اس مثال میں فاعل مقدم نہ ہوگا مفعول پر!۔

"لیشترط ان یکون المفعول بہ ..... لئلا ینتقض بمثل"

اعتراض 28: ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو تو فاعل مقدم لیکن اس مثال میں "زید اضرب" ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہے لیکن مقدم نہیں ہے فاعل مفعول پر کیوں؟

جواب: فعل جب اسکے ساتھ ضمیر متصل ہو تو فاعل مقدم ہوگا مفعول پر لیکن شرط یہ ہے کہ فعل پر مفعول مقدم نہ ہو!۔ حالانکہ مذکورہ مثال میں مفعول فعل پر مقدم ہے اس وجہ سے فاعل مقدم نہیں ہے!

"مفعول الفاعل"

اعتراض 29: فاعل کا مفعول نہیں ہوتا ہے حالانکہ مفعول کا فعل ہوتا ہے؟

جواب: فعل چونکہ بواسطہ فاعل کے مفعول کا تقاضا کرتا ہے اسلئے مفعول کی نسبت فاعل کی طرف کرنا صحیح ہوا۔

"بشرط تو سطھا بینھما ..... انما ضرب زید عمرا"

اعتراض 30: "ما ضرب ... الا عمرا" اس مثال میں مفعول "الا" کے بعد واقع ہے پھر بھی فاعل مقدم نہیں ہے؟

جواب: مفعول "الا" کے بعد واقع ہو تو فاعل مقدم ہوگا تب جب "الا" فاعل و مفعول کے درمیان واقع تب فاعل مقدم ہوگا۔

سوال 26: "وجب تقدیمہ (تقدیم الفاعل علی المفعول فی جمیع ھذہ الصور"
مذکورہ عبارت کی غرض شارح بیان کریں۔

جواب: پہلی بات:-
ضمیر کا مرجع بیان کیا۔

دوسری بات:-
فی جمیع ھذہ الصور:- اجمال کا بیان کیونکہ مابعد تفصیل آرہی ہے۔ نیز "فی جمیع ھذہ الصور" سے مراد یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ فاعل فقط آخری صورت میں مقدم ہوگا۔ اس وھم کو ختم کرنے کیلئے "فی جمیع ھذہ الصور" کہا کہ مذکورہ تمام صورتوں میں فاعل مقدم ہوگا۔

"اما فی صورۃ انتفاء الاعراب ..... فللتحرز عن الالتباس"

اعتراض 31: قرینہ کے منتفی ہونے میں فاعل کو مقدم کیوں کریں گے؟

جواب: اگر فاعل کا مفعول سے التباس لازم نہ آئے۔
التباس سے بچنے کیلئے کہ فاعل کا رتبہ مقدم ہوتا ہے۔

"اما فی صورۃ کون الفاعل ...... فلمنافاۃ الاتصال والانفصال"

اعتراض 32: ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو تو اس صورت میں فاعل کو مقدم کیوں کریں گے؟

جواب: ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہونے کی صورت میں اگر فاعل کو مفعول

سے مؤخر کر دیں گے تو ضمیر متصل نہیں رہے گی بلکہ ضمیر منفصل ہو جائے گی۔ اور ضمیر متصل و منفصل میں منافات ہوتا ہے۔ تو اس منافات سے بچتے ہوئے فاعل کو مقدم کیا ہے۔

"أما في صورة وقوع المفعول ..... بالآخر انقلب الحصر المطلوب"

اعتراض 33: تیسری صورت میں فاعل کو مقدم کیوں کیا نیز حصر سے کیا مراد ہے؟

جواب: حصر سے مراد:
جب مفعول "الا" کے بعد ہو تو متکلم کا مقصود یہ ہوگا کہ فاعل کی فاعلیت صرف اسی مفعول میں منحصر ہے۔ اور مفعول کا حصر اس فاعل میں نہیں۔
جیسے:۔ ما ضرب زید الا عمرا:۔
زید:۔ زید کی ضاربیت صرف عمرا پر ہے۔ اسکے علاوہ کسی کو نہیں مارا ہے۔
عمرا:۔ اسکو ہو سکتا ہے کسی اور نے بھی مارا ہو۔
دلیل:۔
اس وجہ سے مقدم کیا کہ تاکہ حصر مقصود کا الٹ نہ ہو اور انقلاب بھی لازم نہ آئے۔

"انما قلنا بشرط توسطها بینهما ... زید في عمرو"

اعتراض 34: "ما ضرب الا عمرا زید" اس مثال میں بھی تو "زید" کی ضاربیت "عمرا" میں منحصر ہے۔ تب مقدم نہیں ہے؟

جواب: مولا جامی نے یہ شرط لگائی تھی کہ "الا" فاعل و مفعول کے درمیان میں ہو۔ یہ شرط لگا کر اس مثال کو "ما ضرب الا عمرا زید" خارج کر دیا۔

"اذ الحصر انما هو فیما یلي "الا" فلا یجب تقدیم الفاعل"

اعتراض 35: "ما ضرب الا عمرا زید" اس مثال کو خارج کیوں کیا؟

جواب: قاعدہ:۔
انتفاء علت مستلزم انتفاء معلول کو ہوتی ہے
لہذا جب فاعل کو مقدم کرنے کی کوئی علت نہ پائی گئی

تو فاعل کو بھی مقدم نہیں کریں گے۔

"لکن لم یستحسنہ بعضھم ...... قبل تمامھا"

اعتراض 36: "ما ضرب الا عمرا زید" یہ مثال مستحسن کیوں نہیں ہے؟

جواب: عند الاخفش و عبد القاھر:-

ان کے نزدیک یہ مثال مستحسن نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ اس مثال میں مارنے کی صفت کے مکمل ہونے سے پہلے مارنے کا قصر لازم آ رہا ہے۔ اس لئے کہ مطلق مارنا کا قصر "عمرو" میں ہمارا مقصود بھی نہیں ہے۔ بلکہ اسے مارنے کا قصر ہے جو زید سے صادر ہوا ہو اور یہ مارنا "عمرو" پر واقع ہو۔ یہ ہمارا مراد ہے۔ اور "زید" کے ذکر سے پہلے مارنے کی صفت مکمل نہیں ہو سکتی اس لیے مذکورہ مثال بعض کے نزدیک اگرچہ جائز ہے لیکن غیر مستحسن ہے۔

"انما قلنا "الظاھر أن معناہ کذا" خلاف المقصود"

سوال 27: اس عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب: غرض شارح:-

"ما ضرب الا عمرا زید": صاحب جامی فرما رہے ہیں اگرچہ اس مثال سے زید کے حصر کا مقصود حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن یہ بھی تو احتمال ہے کہ مفعول، فاعل دونوں میں حصر ہو رہا ہو۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ فاعل اور مفعول دونوں "الا" کے بعد آ رہے ہیں۔ اور "مستثنیٰ منہ" دونوں کا محذوف ہے۔ اور یہ خلاف مقصود ہے۔

خلاصہ:-

مدینہ ان سب اعتراضات اور سوال کے پیدا ہونے اور ان کے جوابات دینے سے بہتر یہ ہے کہ "الا" کو فاعل و مفعول کے درمیان ذکر کرو تو یہ اعتراضات بھی پیدا نہیں ہوں گے۔

"أما وجوب تقديمه عليه ...... انقلب المعنى قطعاً"

اعتراض [27]: چوتھی صورت میں فاعل کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: قاعدہ:-

"انما" کے بعد ہمیشہ حصر آخری جز میں ہوتی ہے

مثال:- انما ضرب زید عمراً:-

اس مثال میں "زید" کی ضاربیت "عمرو" میں منحصر ہے:-

اگر فاعل کو مؤخر کر دیں گے تو "انما ضرب عمراً زید" ہو جائے گی:-

تو اس مثال میں "عمر" کی مضروبیت زید پر منحصر ہو گی:-

تو اس خرابی سے بچتے ہوئے فاعل کو مقدم کیا ہے:-

اور اگر فاعل کو مؤخر کر دیں گے تو حصر مطلوب کا انقلاب آئے گا:- معنی کے منتقل ہونے سے بچتے ہوئے فاعل کو مؤخر نہیں کیا ہے:-

سوال [28]: فاعل کو مؤخر کرنے کی صورتیں تحریر کریں؟

جواب: فاعل کو مؤخر کرنے کی "4" صورتیں ہیں:- وہ درج ذیل ہیں:-

پہلی صورت:-

جب فاعل کے ساتھ ضمیر متصل ہو:-

جیسے:- ضرب زیداً غلامُہ:-

دوسری صورت:-

جب فاعل "اِلاَّ" کے بعد واقع ہو رہا ہو:-

جیسے:- ما ضرب بکراً الاَّ زید:-

تیسری صورت:-

جب فاعل "اِلاَّ" کے معنی کے بعد ہو:-

جیسے:- انما ضرب زیداً بکر:-

چوتھی صورت:-

جب مفعول ضمیر متصل اور فاعل غیر متصل ہو یعنی اسم ظاہر ہو:-

جیسے:- ضربک زید:-

29

سوال: "وجب تأخیرہ" .... فی جمیع ھذہ الصور"
اس عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب: پہلی صورت:۔
ضمیر کا مرجع بتا دیا۔

دوسری صورت:۔
فی جمیع ھذہ الصور: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ فاعل مؤخر اسی صورت میں ہوتا ہے۔ اس وہم کو دور کرنے کیلئے مذکورہ عبارت لائی کہ فاعل مذکورہ چاروں صورتوں میں مؤخر ہوتا ہے:۔

38

اعتراض: پہلی صورت میں مفعول مقدم کیوں کیا تھا؟

جواب: مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل تھی۔ اگر فاعل کو مؤخر نہ کیا جاتا اور فاعل کو مقدم کیا جاتا تو "اضمار قبل الذکر" لفظاً" اور "رتبۃً" لازم آئے گا۔ جو کہ ناجائز ہے۔ اس لیے اس صورت میں فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے:۔

"أمّا فی صورۃ وقوعہ بعد "الّا" او معنا ھا فلئلّا ینقلب الحصر المطلوب"

39

اعتراض: دوسری اور تیسری صورت میں فاعل کو مؤخر کیوں کیا ہے؟

جواب: دوسری اور تیسری صورت میں اگر فاعل کو مقدم کرتے تو حصر منتقل ہو رہی تھی:۔
اس وجہ سے مؤخر کیا مقدم نہیں کیا۔

"اما فی صورۃ کون المفعول ضمیرا ..... بینہ و بین الفعل"

40

اعتراض: چوتھی صورت میں فاعل کو مؤخر کیوں کیا؟

جواب: مفعول ضمیر متصل بالفعل ہونے کی صورت اگر فاعل کو مؤخر نہ کرتے تو ضمیر متصل باقی نہ رہتی۔ بلکہ یہ ضمیر منفصل بن جاتی۔ اور اتصال و انفصال کے درمیان منافات ہے۔
تو اس خرابی سے بچتے ہوئے فاعل کو مؤخر کیا مفعول کو مقدم کیا:۔

بخلاف ما إذا كان الفاعل ..... یجب حینئذ تقدیم الفاعل

اعتراض[41]: "ضربتک" میں مفعول ضمیر متصل ہے۔ تب بھی مفعول مقدم نہیں ہے؟

جواب: مفعول کی ضمیر متصل بالفعل ہونے کی صورت میں فاعل کو مؤخر کرنا اُس وقت واجب ہوگا جب فاعل ضمیر متصل بالفعل نہ ہو۔ اور مذکورہ مثال میں اگرچہ مفعول کی ضمیر متصل بالفعل ہے لیکن اس کے ساتھ فاعل بھی ضمیر متصل بالفعل ہے۔ تو اس وجہ سے فاعل کو مؤخر نہیں کیا بلکہ مقدم کیا۔

اعتراض[42]: مفعول کو مقدم کرنے کی صورتیں کیوں نہ کیا بلکہ فاعل کو مؤخر کرنے کی صورتیں کیا؟

جواب: مفعول کو مقدم کرنے کی صورتیں اس وجہ سے نہیں کیا کہ پیچھے بات فاعل کی چل رہی ہے۔ تو اسکا اعتبار کرتے ہوئے فاعل کو مؤخر کرنے کی صورتیں کیا۔

سوال[43]: فعل کو حذف کرنے جواز کی صورت بیان کرو؟

جواب: جہاں معین محذوف پر کوئی قرینہ سوال محقق ہو یا سوال مقدر ہو تو فاعل کے عامل کو جوازاً حذف کیا جاتا ہے۔

سوال محقق کی مثال:- من قام؟ - اس سوال کے جواب میں فقط "زید" کہا جاتا ہے۔ جو فاعل بن رہا ہے۔

سوال مقدر کی مثال:-

لیبک یزید ضارع لخصومة
ومختبط مما تطیح الطوائح

مذکورہ مثال میں "ضارع" فاعل ہے۔ اور اسکا فعل حذف ہے۔ جس پر قرینہ سوال مقدر ہے۔

سوال مقدر:-

جب "لیبک یزید" کہا تو سامع یا مخاطب نے یہ سوال کیا کہ "من یبکیه" یعنی اس پر کون روئے۔ اس سوال مقدر کو سوال محقق کے بمنزلہ رکھ کر جواب دیا "ضارع لخصومة" یعنی :- یبکیه ضارع:-

"لقیام قرینۃ" دالۃ علی تعین المحذوف

اعتراض 43: رفع بھی فعل کے حذف ہونے کا قرینہ ہے تو اسکو قرینہ کہنا درست نہیں ہے؟

جواب: قرینہ سے مراد مطلق قرینہ نہیں بلکہ ایسا قرینہ مراد ہے جو محذوف کی تعیین پر دلالت کرے اور یہ بات ظاہر ہے کہ رفع محذوف کی تعیین پر دلالت نہیں کرتا؛ بلکہ فقط حذف پر دلالت کرتا ہے۔

"جوازا" "حذفا جائزا"

سوال 37: مذکورہ عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب: صفت کا محذوف موصوف بیان کیا ہے۔

اعتراض 44: "حذفا جوازا" یہ موصوف، صفت ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے۔ یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے اس لیے کہ حذف اور جواز دونوں مصدر ہیں۔ اور مصدر کا اگرچہ مصدر پر حمل صحیح ہوتا ہے لیکن جب مصدر مقام موصوف میں واقع ہو تو مصدر ذات کے حکم میں ہوتا ہے اور ذات کا مصدر کا حمل جائز نہیں۔ لہذا "جوازا" کا حذفا پر حمل درست نہیں؟

جواب: "جوازا" اپنے مصدری معنی پر باقی نہیں بلکہ جائزا اسم فاعل کے معنی میں ہے اور اسم فاعل ذات مع الوصف ہوتا ہے اور ذات مع الوصف کا حمل ذات پر جائز ہوا کرتا ہے۔ لہذا حمل جائز ہو جائے گا۔

"فی مثل "زید" " ای "فیما کان جوابا لسؤال محقق"

اعتراض 45: "لفظ" مثل مضاف ہے۔ اور اس اضافت میں 3 احتمال ہیں:-

1 - بیانیہ 2- لامیہ 3- ظرفیہ

بیانیہ مراد لینا درست نہیں؟

اس لیے کہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ فقط زید میں فعل کا حذف جائز ہے اس جیسی کسی اور مثالوں میں جائز نہیں ہے حالانکہ واقعہ کے خلاف ہے۔

لا بیہ مراد لینا درست نہیں:۔

اس لیے کہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ایسے اسم میں حذف جائز ہے جو "زید" کے مماثل ہو لیکن زید میں حذف جائز نہیں یہ بھی خلاف واقع ہے:۔

ظرفیہ بھی مراد لینا درست نہیں:۔

اس لیے کہ اس صورت میں "ظرفیۃ الشئ لنفسہ" کی خرابی لازم آئے گی تو ان تینوں میں کونسی اضافت مراد ہے؟

جواب: یہاں پر اضافت بیانیہ مراد ہے۔

قاعدہ:۔

ہر وہ اسم جو سوال محقق کا جواب ہو اس سے فعل رافع کو حذف کرنا جائز ہے۔

تو "زید" بھی اس قاعدہ میں سے ایک جزئی ہے۔

جبکہ سوال محقق کے جواب میں واقع ہو:۔

"سائل عمن یقوم بہ ...... ان تقول "قام زید" بذکرہ"

اعتراض: "من قام" جملہ اسمیہ جواب "قام زید" جملہ فعلیہ ہے حالانکہ جواب کا سوال کے مطابق ہونا ایک اهم امر ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے؟

جواب: "من قام" سے جو شخص سوال کرتا ہے اسکو نفس قیام کے بارے میں یقین ہے۔ تردد صرف اس بات میں ہے کہ محل قیام کیا ہے کسکے ساتھ یہ مرتب ہے آیا زید کے ساتھ یا بکر یا کسی اور کے ساتھ:۔

اگر جملہ اسمیہ میں جواب دیا جائے تو جملہ اسمیہ کے اندر تقویت اور تاکید کے معنی میں ہوتی ہے۔ اسکی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں سامع حکم کے اندر تردد کو۔

اگر جواب جملہ اسمیہ پیش کیا جائے تو جواب اگرچہ سوال کے مطابق ہوگا لیکن سائل کے اعتقاد کے خلاف ہے!۔

سوال 38: "انما قدر الفعل دون الخبر...... والتقليل فی الحذف اولیٰ"
اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: مذکورہ عبارت سے مراد یہ ہے کہ فعل محذوف ماننے کی صورت میں جملہ کی خبر حذف ماننا پڑے گی پورے جملہ کا حذف نہیں اور خبر محذوف ہونے کی صورت میں پورے جملے کا حذف لازم آئے گا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ تقلیل کا حذف تکثیر کے حذف سے اولیٰ اور ارجح ہے۔ لہٰذا جواب میں جملہ فعلیہ پیش کیا جائے گا نہ کہ جملہ اسمیہ۔

سوال 39: شاعر نے نام کی تصریح کیوں نہیں کی اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس شعر کے قائل میں اختلاف ہے۔ بعض نے یزید بن نھشل کو قرار دیا ہے اور بعض نے حارث بن نھشل کو اس اختلاف کی وجہ سے شاعر کی تصریح نہیں کی۔

سوال 40: "لیبک - علی البناء للمفعول"۔ اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: صاحب جامی نے "علی البناء" نکال کر صیغہ کی تعیین کر دی ہے کہ یہ صیغہ مجہول کا ہے۔ اس لئے کہ اگر صیغہ معلوم کا بنایا جائے تو معنیٰ درست نہ ہوتا۔

سوال 41: "یزید" مرفوع علی انہ مفعول مالم یسم فاعلہ" اس عبارت کی وضاحت فرمایئے؟

جواب: ترکیب بتا دیا کہ لفظ "یزید" "مفعول مالم یسم فاعلہ" کی بنا پر مرفوع ہے۔

سوال 42: "ضارع - عاجز ذلیل"۔ اس عبارت کی وضاحت فرمایئے؟

جواب: "ضارع" کا معنیٰ بتا دیا۔

سوال 43: "وھو من یبکیہ".... اس عبارت کی وضاحت فرمایئے؟

جواب: لفظ "ضارع" مرفوع ہے فاعل کی بناء پر جسکا فعل محذوف ہے۔ "یبکیہ" اور جس پر قرینہ سوال مقدر ہے "من یبکیہ"

سوال ۴۴ "أحالني روايةً، ليبك يزيد" متعلق "ب" ضارع"
اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب "ليبك" میں "3" صورتیں ہیں۔
پہلی صورت:-
"ليبك" فعل مضارع مجہول کا صیغہ اور "يزيد" نائب الفاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور ضارع فعل مقدر کا فاعل ہو۔ اس صورت کے مطابق یہ مثال "ممثل له" کے مطابق ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مقام پر اسے بیان کیا گیا!۔
دوسری صورت:-
فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہو اور "يزيد" مفعول له ہونے کی بناء پر منصوب ہو اور "ضارع" یہ اسی فعل "ليبك" کا فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو:-
تیسری صورت:-
"ليبك" فعل مجہول کا صیغہ ہو اور "يزيد" منادیٰ مفرد معرفہ کی بناء پر مبنی علی الضمہ ہے۔ اور "ضارع" "ليبك" فعل مجہول کا نائب الفاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو ان آخری "دو" صورتوں کے مطابق مثال "ممثل له" کے مطابق نہیں ہوگی:-

سوال ۴۵ "أي: يبكيه من يذلّ ويعجز عن مقاومة الخصماء"
اس عبارت کی وضاحت فرمائیے؟

جواب اس عبارت سے شعر کا معنی بتا رہے ہیں کہ "یزید کو وہ شخص روئے جو دشمنوں کے ساتھ مقابلے سے عاجز اور ذلیل ہو:-

سوال ۴۶ "لأنه كان ظهيرا للعجزة والأذلاء" اس عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب یزید پر رونے کی وجہ بتا رہے ہیں کہ اس وجہ سے رویا جائے کہ یزید کمزور لوگوں کا مددگار یعنی معاون تھا:-

سوال 47 "مختبط مما تطیح الطوائح .... وما "مصدریہ"
اس عبارت کی غرض شارح بیان کریں؛

جواب۔ اس عبارت سے دوسرے مصرعے کے معانی بتانا چاہ رہے ہیں:-

مختبط:-
یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی جان پہچان کے سوال کرنے والا ہو:

تطیح:-
یہ "الاطاحۃ" سے مشتق ہے۔
جسکا معنیٰ "ہلاک کرنے کے ہیں":-

الطوائح:-
یہ خلافِ قیاس "مطیحۃ" کی جمع ہے:

اعتراض 47 "طوائح" جب "طائحۃ" کی جمع بن سکتی ہے قیاس کے موافق تو خلاف قیاس "طوائح" کو "مطیحۃ" کی جمع بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب۔ اگر "طوائح" کو "طائحۃ" کی جمع بنایا جائے تو معنیٰ فاسد بنتا ہے۔ کہ "طائحۃ" کا معنیٰ ہلاکت ہے اور جو چیز خود ہلاک ہونے والی ہے وہ دوسرے کیلئے مہلک نہیں بن سکتی حالانکہ یہاں "طوائح" بمعنیٰ "مھلکات" ہے۔ خلافِ قیاس "مطیحۃ" کی جمع ہے۔ اور "مما":
جار مجرور ملکر "مختبط" کے متعلق ہے۔ اور "مما" میں جو "ما" ہے۔ یہ مصدریہ ہے:-

سوال 48 "ویبکیہ ایضاً" اس عبارت کی وضاحت کریں؛
جواب یہاں سے دوسرے مصرع کا ترجمہ ہے:-
ترجمہ:-
روئے اسکو بے وسیلہ سوال کرنے والا بوجہ ہلاک کر دینے حوادثِ زمانہ اور مہلکات کے اس کے مال اور اسکے وسائل کو کیونکہ وہ ایسے سوال کرنے والوں کو بھی دینے والا تھا:-

سوال 49: فعل کو وجوبی حذف کرنے کی صورت لکھئے؟

جواب: ہر وہ مقام جہاں فعل کو حذف کر دیا جائے پھر حذف سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرنے کیلئے فعل محذوف کے مفسر کو ذکر کر دیا جائے تو ایسے مقام میں فاعل کے فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

مثال:۔ وان احد من المشرکین استجارک:۔

احدٌ:۔
فاعل ہے جسکا فعل "استجارک" محذوف ہے۔
اور اس محذوف کی تفسیر "اگلا" "استجارک" سے کر دی گئی ہے۔

اس وجہ سے "احدٌ" فاعل کے فعل کو حذف کرنا واجب ہوا:۔

اصل عبارت یہ ہے:۔
"وان استجارک احد من المشرکین استجارک"

سوال 50: "وجوبا" ای "حذفا واجبا" اس عبارت کی وضاحت فرمائیے؟

جواب: یہاں پر ترکیب بتا دی۔
اور جو "حذفا جائزا" میں اعتراض و جواب ہوا وہی اعتراض و جواب بھی یہاں پر ہوگا:۔

"فی مثل" قولہ تعالی .... استجارک"

اعتراض 42: لفظ "مثل" مضاف ہے اور اسکا مضاف الیہ پورا جملہ ہے حالانکہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے جملہ نہیں؟

جواب: "ان احد... " کا مضاف الیہ بننا مؤول ہے۔
بتاویل
قول کے ہے۔

(مفرد) اور یہ بات ظاہر ہے کہ قول ... ہوتا ہے۔
تو لہذا اضافت اسم کی طرف ہوئی نہ کہ جملے کی طرف:۔ اور "تعالی"
یہ جملہ معترضہ ہے۔

سوال 17

"ای: فی کل موضع حذف الفعل ..... بل ما رحشوا"

اس عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب۔ ہر وہ مقام جہاں فعل کو حذف کیا گیا ہو اور پھر حذف سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرنے کیلئے فعل محذوف کی تفسیر کو ذکر کر دیا گیا ہو ایسے مقام پر فعل کو حذف کرنے واجب ہوگا اسلئے کہ اگر فعل محذوف کو بھی ذکر کر دیا جائے تو لازم آئے گا "مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع ہوگا جو کہ ناجائز ہے"۔

"بخلاف المفسّر الذی ..... جاءنی رجل ای زید"

اعتراض 49: آپ نے کہا مفسِّر و مفسَّر کا جمع کرنا ناجائز ہے حالانکہ "جاءنی رجل ای زید" جمع ہو رہے ہیں ایسا کیوں؟

جواب: مفسِّر سے مقصود ابہام کا رفع ہوتا ہے۔

ابہام کی "2" قسمیں ہیں:۔

پہلی قسم:۔

وہ ابہام جسکا منشاء حذف ہو۔

دوسری قسم:۔

وہ ابہام جسکا منشاء حذف نہ ہو بلکہ مادہ حذف ہو۔

جب ابہام کی قسم اول کا رفع مقصود ہو تو وہاں تو مفسِّر و مفسَّر کا جمع کرنا جائز نہیں ہوتا

اور

جب ابہام کی قسم ثانی کا رفع مقصود ہو تو پھر مفسِّر اور مفسَّر کا جمع کرنا جائز ہے۔

اور مثال مذکور میں ابہام کی قسم ثانی ہے۔

لہذا یہاں مفسِّر و مفسَّر کا جمع کرنا جائز ہے۔ اور آیت کریمہ میں ابہام کی قسم اول کا رفع مقصود ہے

اس لئے وہاں مفسِّر و مفسَّر کا جمع کرنا جائز نہیں۔

تاکہ مفسِّر کا ذکر لغو نہ ہو جائے۔

سوال 52 "إنما وجب حذفه، لأن مفسّره قائم ۔۔۔ جمع بينهُ"
اس عبارت کی وضاحت فرمائیے؟

جواب۔ حذف وجوبی کی علت کا بیان ہے۔ کہ اگر مفسّر کو حذف نہ کیا جائے تو مفسّر کا مفسّر کا جمع کرنا لازم آئے گا۔ جس سے مفسّر لغو ہو جائے گا۔

"ولا یجوز أن یکون "احد" ۔۔۔ بل لا بدله من الفعل"

اعتراض۔ آیت کریمہ کی مثال "ممثل لہ" کے مطابق نہیں کیونکہ "آیت کریمہ میں "احدٌ" مبتدا ہونے کی بناء پر مرفوع ہے نہ کہ فاعل ہونے کی بناء پر تو اس صورت میں فعل حذف ماننے کی ضرورت ہی نہیں!

جواب۔ آیت کریمہ میں "احدٌ" مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ "اِنْ" حرفِ شرط کا لفظاً و معنیً اسم پر دخول ممتنع ہے۔ لہٰذا "احدٌ" فاعل ہے۔ جس کیلئے فعل کو وجوبی طور پر حذف کیا گیا ہے تاکہ حرفِ شرط صورۃً و لفظاً اگرچہ اسم پر داخل ہوگا لیکن حقیقۃً و معنیً فعل پر داخل ہوگا۔
اس جواب سے یہ بات واضح ہو گئی کہ فعل کے محذوف پر قرینہ وہ حرفِ شرط "إنْ" کا اسم پر داخل ہونا ہے۔

سوال 53 فعل اور فاعل کو ایک ساتھ حذف کرنے کی صورتیں تحریر کریں؟

جواب۔ فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے جیسے:۔ اقائمٌ زیدٌ؟ کے جواب میں صرف "نعم" کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے تو یہاں فعل و فاعل دونوں کا حذف ہوگا۔

سوال 54: "فعاً دون الفاعل وحده" اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ قید احترازی ہے۔ کہ فعل کو تنہا و تنہا فاعل کو حذف نہیں کیا جائے گا۔ دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا ہے۔

سوال 55: "ھذا الحذف جائز ...... فیلزم فی الکلام استدراک" مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: أقام زید جواب نعم ہے۔ یہ حذف جوازی ہے وجوبی نہیں ہے۔ حذف وجوبی اس وجہ سے نہیں ہے کہ حذف وجوبی کیلئے شرط یہ ہے۔ کہ تعیین محذوف پر قرینہ ہو۔ اور محذوف کے قائم مقام ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے کہ محذوف کے مطابق ہو۔ اور یہاں پر تعیین محذوف پر قرینہ ہے۔ سوال محقق کا لیکن قائم مقام حرف "نعم" ہے۔ اور یہ محذوف کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے کہ محذوف جملہ ہونے کی بناء پر نسبت تامہ "خبریہ" کا فائدہ حاصل ہے۔ اور لفظ "نعم" حرف ہونے کی وجہ سے نسبت تامہ کا فائدہ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا حذف وجوبی کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے۔ تو یہاں حذف جوازی ہے۔

"وإنما قدّر الجملة ...... في كونه جملة فعلية"

اعتراض ۱۶: آپ نے "نعم" کے بعد "جملہ فعلیہ محذوف مانا ہے جملہ اسمیہ کیوں محذوف نہیں مانا؟

جواب: جملہ فعلیہ اس وجہ سے نکالا ہے کہ سوالیہ بھی جملہ فعلیہ ہے۔ تاکہ ان کے درمیان موافقت ہو جائے۔

اگر جملہ اسمیہ مقدر مانا جائے تو مطابقت نہیں رہتی۔

اور سوال و جواب کے درمیان مطابقت اہم ہے۔

اس مطابقت کو برقرار رکھتے ہوئے جملہ فعلیہ نکالا ہے۔

ماشاء اللہ

بارک اللہ تعالیٰ علمک

8

13/04/2017

تمت بالخیر

11-04-2017

تنازع الفعلان

سوال 56: تنازع فعلان کی تعریف تحریر کریں؟

جواب: اذا تنازع الفعلان فی اسم بعدھما

بل (العاملان) ..... بکر کریم وشریف ابوہ

سوال 57: کیا فعلان ہی تنازع کرتے ہیں اسکے علاوہ نہیں تنازع نہیں کرتے؟

جواب: متن میں اگرچہ فعلین کا ذکر ہے لیکن فعلین سے مراد عامل ہیں۔ خواہ وہ فعلان ہوں یا شبہ فعل!۔

فعل کی مثال:۔ ضرب واکرم زید!۔

شبہ فعل کی مثال!۔ زید معط ومکرم عمرا!۔

اقتصر علی الفعل لاصالتہ فی العمل

اعتراض 58: جب تنازع میں فعل وشبہ فعل داخل ہیں تو ماتن نے فعل پر اکتفاء کیوں کیا؟

جواب: عمل میں فعل اصل ہوتا ہے۔ اور شبہ فعل فرع ہوتا ہے۔ اصل کو ذکر کیا فرع کو چھوڑ دیا!۔

انما قال الفعلان ..... وھو الاثنان

سوال 59: کیا تنازع فقط دو فعلوں میں ہوتا ہے اس سے زیادہ

فعلوں میں نہیں ہوتا؟

جواب۔ دو سے زیادہ فعلوں میں بھی تنازع ہوتا ہے:
صاحب کافیہ نے تنازع کے مراتب میں سے
اقل مرتبہ بیان کیا ہے۔ اور اقل مرتبہ تنازع
کا دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے:۔

(الی ظاہر) ای اسما ..... بعد الفعلین

سوال ۶۹: مذکورہ عبارت کی وضاحت فرمائیے؟

جواب۔ ملاجامی نے "الی ظاہر" کیلئے "اسما" موصوف
محذوف نکال کر "ظاہر" کے معنی متعین
کر دیئے:۔ ظاہر کے "دو" معنی ہیں:۔
لغوی معنی:۔ جو خفی کے مقابلے میں ہے۔
اصطلاحی معنی:۔ جو ضمیر کے مقابل میں ہو۔ یہاں پہ
اصطلاحی معنی مراد ہے۔ لغوی مراد نہیں ہے۔
"واقعا" سے ترکیب کا بیان ہے کہ "بعدھما"
ظرف مستقر ہو کر "واقعا" کے متعلق ہے۔ پھر
یہ صفت ہے "ظاہر" کی:۔
بعد الفعلین:۔ سے ضمیر کا مرجع بتا دیا:۔

اذا المتقدم علیھما ...... مجال التنازع

اعتراض: شیخ رضی فرماتے ہیں کہ جسطرح فعلین کے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں تنازع جاری ہوتا ہے بالکل ایسے ہی وہ اسم ظاہر فعلین سے مقدم ہو یا درمیان میں واقع ہو تو اس اسم ظاہر میں بھی تنازع جاری ہوگا۔

جواب: وہ اسم ظاہر جو فعلین سے مقدم ہو یا درمیان میں واقع ہو۔ تو یہ اسم ظاہر بصریین اور کوفیین کے نزدیک بالاتفاق فعل اول کا معمول ہے۔ اسلیے کہ فعل ثانی کا یہ اسم ظاہر معمول نہیں بنے گا۔ اور یہاں پر بھی مطلق تنازع کا بیان نہیں بلکہ ایسے تنازع کا بیان مقصود ہے۔ جسمیں فریقین کا نزاع اور اختلاف متحقق ہو سکے۔

اسی وجہ سے ماتن نے بعدھما کی قید لگائی۔

ومعنیٰ تنازعھما ...... یتوجھان الیہ

سوال: تنازع تو ذوالعقول کی صفت ہے اور فعل غیر ذوی العقول ہے تو تنازع کی فعل کیطرف نسبت کرنا درست ہے

جواب۔ تنازع سے مراد متوجہ ہونا ہے۔

ویصح ان یکون ھو .... علی البدل

سوال 61: تنازع بمعنی متوجہ لینا یہ بھی درست نہیں اسلئے کہ توجہ اور متوجہ ہونا یہ بھی ذی روح کی صفت ہے تو اسکی نسبت بھی فعل کیطرف درست نہیں؟

جواب۔ متوجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم مذکور ایسے مقام میں واقع ہوتا ہے جو "علی سبیل البدلیت" فعلین میں سے ہر ایک کا معمول بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

فحینئذ لا یتصور تنازع ... فلھذا اخصہ بالاسم الظاھر

سوال 62: اسم ظاہر کی تخصیص کیوں کی کیا اسم ضمیر میں تنازع نہیں ہو سکتا؟

جواب۔ ضمیر کی "2" قسمیں ہیں۔ وہ یہ ہیں:
۱۔ متصل ۲۔ منفصل

متصل:۔
ضمیر متصل میں تنازع ممکن ہی نہیں:۔
وجہ:۔
اسلئے کہ ضمیر متصل جسکے ساتھ متصل ہوگی۔

وہی اسکا عامل ہوگا۔ بخلاف منفصل کے کہ

ضمیر منفصل میں جو فعلین کے بعد واقع ہو گا۔ "اِلَّا"

کے بعد تو ایسی ضمیر منفصل میں تنازع متحقق

ہو سکتا ہے۔

جیسے: ما ضرب واکرم اِلَّا انا:

لیکن فریقین

کے ہاں جو قطع تنازع کا طریقہ ہے۔ اس طریقے

کے مطابق ضمیر منفصل میں قطع تنازع متحقق

نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ فریقین کے ہاں فاعل

کا اضمار ہوگا۔ جب فعلین میں سے پہلا فعل فاعل

کا تقاضا کرے:۔

البتہ "بصریین" کے ہاں فعل ثانی

کو عمل دیا جائے گا۔ فعل اوّل میں فاعل کا اضمار

اور "کوفیین" کے نزدیک فعل اوّل کو عمل دیا

جائے گا۔ اور فعل ثانی میں فاعل کا اضمار ہوگا۔

اضمار فاعل

"اِلَّا" کے ساتھ ہوگا ۔۔۔ یا ۔۔۔ بغیر "اِلَّا" کے ہوگا۔

اگر "اِلَّا" حرف کا | کے ساتھ ہو تو لازم آئے گا استثناء جو کہ جائز نہیں۔ | اور اگر "اِلَّا" کے بغیر فاعل کی ضمیر لائی جائے تو مقصود کے خلاف ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ ضمیر منفصل میں تنازع ہو سکتا ہے
لیکن فریقین کے ہاں قطع نہیں ہو سکتا۔ اور صاحب
کافیہ کا مقصود مطلق تنازع کو بیان کرنا نہیں
بلکہ ایسے تنازع کا بیان ہے جسمیں فریقین کے
طریقے کے مطابق قطع تنازع ہو سکے۔ اسی لیے
الی ضمیر کی قید لگا کر ضمیر سے احتراز کر کے اسکو
خارج کر دیا۔

سوال 63: اما تنازع الواقع فی الضمیر ..... وھو ممتنع لما عرفت
مذکورہ عبارت کی وضاحت فرمائیے۔

جواب: ضمیر منفصل میں واقع ہونے والے تنازع کے قطع کے
بارے میں "3" مذاہب ہیں۔
۱۔ فراء ۲۔ [illegible] جمہور ۳۔ سیبویہ

عند السیبویہ:
جسکا حاصل یہ ہے کہ ضمیر منفصل میں
واقع ہونے والے قطع تنازع کا طریقہ یہ ہے کہ
دوسرے فعل کو عمل دے کر پہلے فعل کیلئے فاعل کو
حذف مان لیا جائے گا۔

عند الفراء:

تشریک الرافعین کے ساتھ قطع تنازع ہوگا۔ یعنی پہلا فعل کا بھی وہی معمول اور دوسرے فعل کا بھی وہی معمول ہوگا۔

عند الجمہور:

قطع تنازع ممکن ہی نہیں کیونکہ قطع تنازع کا طریقہ وہی اضمار تھا۔ وہ یہاں ممتنع ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔

سوال 64: فقد یکون فی الفاعلیۃ مثل ضربنی واکرمنی زید عبارت کی وضاحت فرمائیے؛

جواب: تنازع فعلین کی اقسام ”3“ ہیں:

پہلی صورت:

دونوں فعل کا تنازع صرف فاعلیت میں ہوگا۔

دوسری صورت:

دونوں فعل کا تنازع مفعولیت میں ہوگا۔

تیسری صورت:

تنازع فاعلیت اور مفعولیت میں ہوگا۔

فی الفاعلیۃ بان یقتضی کل منھما ۔۔۔ فی اقتضاء الفاعلیۃ:

عبارت شرح:

قسم صورت اوّل کا بیان ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل میں اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا ہے تو وہ دونوں

فاعل کے اقتضاء میں متفق ہوں:۔

فی المفعولیۃ بان یقتضی ..... اقتضاء المفعولیۃ

غرض شارح:۔
قسم ثانی کی صورت کا بیان ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے اور وہ دونوں متفق ہونگے اقتضائے مفعولیت میں۔

فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ ذلک یکون .... المتنازع فیہ واحد

سوالؔ قسم ثالث کو بیان کرتے ہوئے "فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ" کہدیا تو اس سے فعلین کا مختلفین ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ پھر مختلفین کی قید کو ذکر کرنا بے لغو اور مستدرک ہوا؟

جواب۔ فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ کے تحت 2 صورتیں داخل ہیں۔

صورت اولیٰ:۔
دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل ایک اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے۔

جیسے:۔ ضرب واھان زید وعمرا۔
فاعلیت اور مفعولیت

دونوں میں تنازع ہوا۔ لیکن یہ صورت پہلے دونوں

قسموں کے مقابلہ میں نہیں آ سکتی بلکہ پہلی دونوں

قسموں کا مجموعہ ہے۔

صورت ثانی:

فی الفاعلیۃ والمفعولیۃ ۔۔ والی عبارت کے

تحت دو صورتیں داخل ہوتی تھیں۔ جنمیں سے پہلی صورت

کا تقابل پہلے دو قسموں کے تحت نہیں بن سکتا

تھا۔ اور اسی میں قسم ثالث بننے کی صلاحیت

نہیں تھی بلکہ صرف دوسری صورت بن سکتی تھی۔

تو ضرورت تھی اس بات کی کہ تعیین کی جائے کہ ان

دو صورتوں میں صورت ثانیہ مراد ہے۔

اسلئے صاحب

کافیہ نے مختلفین کی قید لگا کر یہ تعیین کردی کہ

یہاں صورت ثانیہ مراد ہے اور صورت اولی مراد نہیں۔

انما لم یورد مثالا للقسم الثالث ۔۔۔ یکون الاسم الظاہر نوعا

سوال: مصنف نے قسم ثالث کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب: قسم ثالث کے مثال کی عقلی طور پر "16" مثالیں بن جاتی

ہیں جنمیں سے "6" صورتوں کو صراحۃ بیان کرتے ہوئے

باقی "6" صورتوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ کل 8 صورتوں کی نشاندہی ہوگئی اب۔ اگر مصنف قسم ثالث کی کوئی مثال بیان کر دیتے تو "ترجیح بلا مرجح" لازم آئے گا۔ جس سے بچنے کیلئے مصنف نے قسم ثالث کی مثال نہیں دی۔

سوال 67: فیختار، النحاۃ البصریون ... الفعل الثانی
مذکورہ عبارت کی وضاحت فرمائیے؟

جواب: بصریین و کوفیین کے اختلاف کو بیان کیا جن کا حاصل یہ ہے کہ اس بات پر تو کوفیین و بصریین دونوں متفق ہیں۔ کہ تنازع فعلین کی صورت میں ہر ایک فعل کو عامل بنانا جائز ہے۔ لیکن اولیت میں اختلاف ہے۔

عند البصریین: دوسرے فعل کو عمل دینا اولی ہے۔
جامی نے "النحاۃ" کا لفظ نکال کر "البصریون" کے موصوف کو بیان کیا۔ "الفعل" کا لفظ نکال کر "الثانی" کے موصوف کو بیان کر دیا۔

دلیل:-

فعل ثانی اسم ظاہر کے قریب ہے اور قریب

کا تقاضا یہ ہے کہ فعل ثانی کو عمل بنایا جائے۔

ویختار النحاۃ الکوفیون ... مع تجویز اعمال ثانی

اعتراض:- 2 مختلف عاملوں کے "2" معمولوں پر "2" اسموں کا عطف

ہو رہا ہے حالانکہ ایسے عطف کے جواز کی شرط یہ تھی

کہ معطوف مجرور مقدم ہو اور یہ شرط یہاں لاموجود

جواب:- کوفیوں کا عطف لعریوں پر نہیں ہے۔

الاول کا عطف الثانی پر نہیں ہے

عندالکوفین:-

پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے۔

دلیل:-

فعل اول فعل ثانی پر مقدم ہے اور مقدم ہونا

ہوتا اور ابتداء میں ہونا اسکی اھمیت ہے کہ یہ

فعل کی تقویت میں موثر ہے۔

کوفیوں کو جواب:-

مقاربت اور مجاورت کو جتنی

اھمیت حاصل ہے۔ اتنی ابتداء

کو حاصل نہیں۔

لہذا فعل ثانی کو عامل بنانا اولیٰ ہے۔

سوال ۶۶ للاحتراز عن الاضمار قبل الذکر عبارت کی وضاحت

جواب۔ مصنف نے کوفیوں کے مذہب کی تاکید کا بیان ہے کہ فعل ثانی کو اگر عامل بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے۔ بخلاف اسکے اگر فعل اوّل کو عامل بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ لہذا اضمار قبل الذکر کے لزوم سے بچنے کیلئے فعل اول کو عامل بنانا اولی ہے۔

بصریوں کی طرف سے جواب:۔ فعل ثانی کو عامل بنانے کی صورت میں جو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے یہ ممنوع اور ناجائز نہیں۔ اسلئے کہ جب مابعد میں تفصیل مذکور ہو تو پھر اضمار قبل الذکر جائز ہوتا ہے۔ اور یہاں پر بھی ایسا ہے

فان أعملت الفعل ..... كما هو مذهب البصريين

اگر بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عمل دیں تو پہلا فعل "2" حال سے خالی نہیں ہوگا

نوٹ:۔ تفصیل اگلے صفحے پر درج ہے۔

دوسرے فعل کو عامل بنانا

فاعل کا تقاضا کرے گا یا مفعول کا تقاضا کرے گا

تو بصریوں کے مذہب کے مطابق پہلے فعل میں اگر ظاہر کے مطابق فعل میں ضمیر لگائے گے عند الکسائی: فاعل کو حذف کر دیا جائے گا۔

وجہ: اسکے نزدیک: الاضمار قبل الذکر لا یجوز!

عند الفراء: پہلے فعل کو عمل دیں گے!

اسکے ذکر سے استغنا ہو سکتا ہے تو پہلے فعل کیلئے مفعول کو حذف کر دیا جائے

یا ہمیشہ ہو سکتا ہے تو اس صورت میں ذکر کر دیا جائے گا۔

وبدأ به لانه المذهب ...... فی (الفعل)

سوال 69 مصنف نے بصریین کے مذہب کو اجمالاً و تفصیلاً کیوں بیان کریں؟

جواب۔ بصریین کا مذہب کثیر الاستعمال تھا اور مختار بھی تھا۔

اسی وجہ سے اجمالاً و تفصیلاً دونوں میں مقدم کر دیا ہے۔

الاول اذا اقتضى الفاعل :-

سوال 70: جزاء کا ترتیب کے طور پر صحیح نہیں مثلاً ضربت و اکرمنی زید میں دوسرے فعل کو عامل بنایا گیا ہے لیکن پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر نہیں لائی گئی؟

جواب: شارح نے فرمایا کہ یہاں ایک قید معتبر ہے کہ اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تب پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی۔
اور مثال مذکور میں پہلا فعل فاعل کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور یہ قید بطور اقتضاء النص کے ثابت ہے

لجواز الاضمار قبل الذکر فی العمدة بشرط التفسیر

سوال 71: دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں جب پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر لائی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ لا یجوز ہے۔

جواب: یہ اضمار قبل الذکر عمدہ کا ہے۔
اور جائز ہے۔
اسلئے کہ اسکے بعد اسکی تفسیر موجود ہے۔

سوال 72: للزوم التکرار بالذکر ..... علی وفق الاسم عبارت کی وضاحت تحریر کریں؟

جواب: مصنف نے دلیل کی تعیین کر رہے ہیں کہ جب دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلا فاعل کا تقاضا کرے تو قطع تنازع کے محل "تین" طریقے ہیں:-

1۔ اضمار الفاعل 2۔ ذکر الفاعل 3۔ حذف الفاعل

یہاں پر اضمار الفاعل مراد ہوگا۔
ذکر الفاعل و حذف الفاعل مراد نہیں ہیں:-

وجہ:- ذکر الفاعل کی صورت میں تکرار لازم ہو رہا ہے۔ جو کہ لا یجوز۔

حذف الفاعل:-

فاعل کا حذف کرنا بغیر قائم مقام کے ہے۔ اور بغیر قائم مقام کے حذف کرنا ممتنع ہے۔

سوال 73: (الظاھر) الواقع بعد الفعلین وضاحت فرمائیے؟

جواب: الظاھر میں الف لام، عہد خارجی ہے۔ اس سے مراد وہ اسم ظاہر ہے جس کا ماقبل میں ذکر ہو چکا ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے:-

المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ تکون الثانی عین الاول

علی موافقۃ افرادا ..... تذکیرا وتانیثا

سوال 74 اگر یہ کہا جائے کہ یہاں فعل میں فاعل ضمیر جولائی ہے وہ اسم ظاہر کے موافق ہوگی۔ کیونکہ ضمیر معرفہ ہوتی ہے اور اسم ظاہر کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ تو تعریف وتنکیر کے اعتبار سے موافقت نہ ہوگی؟

جواب۔ تعریف وتنکیر کے علاوہ باقی کے امور میں موافقت مراد ہے!

یعنی۔ افراد، تثنیہ وجمع، تذکیر وتانیث

سوال 75 لانہ مرجع الضمیر ..... فی ھذہ الامور

مذکورہ عبارت کی غرض شارح بیان کریں؟

جواب۔ امور خمسہ میں موافقت کی علت کا بیان ہے کہ اسم ظاہر ضمیر کیلئے مرجع بنتا ہے اور ضمیر کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرجع کے ساتھ امور خمسہ مذکورہ میں موافقت کرنا ضروری ہے۔

سوال 76 دون الحذف لانہ لایجوز ..... شیئ حسنہ

عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب۔ فاعل کے حذف نہ ہونے کی علت کا بیان ہے کہ فاعل کا حذف بغیر قائم مقام کے جائز نہیں ہوتا اسلئے حذف نہیں کیا جائے گا

سوال ۲۶ — خلافا للکسائی فانہ ..... اضمار قبل الذکر

عبارت کی غرض شرح لکھیے۔

جواب: یہاں سے امام کسائی کے مذہب کی دلیل کا بیان ہے کہ کسائی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں فاعل کو حذف مانا جائے گا اسلئے کہ اگر پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم سے بچتے ہوئے فاعل کو حذف مان لیا جائے گا۔

یظہر اثر الخلاف فی نحو ..... عند الکسائی

سوال ۲۷ — بصریین و کسائی کے درمیان اختلاف کا ثمرہ کوئی نہیں ہوتا اسلئے کہ دونوں کے نزدیک "ضربنی واکرمنی زید" ہی کہا جائے گا تلفظ کے اعتبار سے کوئی ثمرہ اختلاف نہیں بنتا۔

جواب: ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب اسم ظاہر تثنیہ و جمع ہو تو بصریین کے نزدیک عبارت یوں ہوگی: ضرباني واكرمني الزيدان۔ کسائی کے نزدیک یوں ہوگی: ضربني واكرمني الزيدان۔

تمت بالخیر